شہر آشوب

مع مقدمہ و حواشی

مُرتبہ

ڈاکٹر نعیم احمد

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
جامعہ نگر دہلی
1968

آصف — والیِ اودھ نواب آصف الدّولہ

(متوفی ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء)

مخمس[1]

ہوا ہے ان دنوں چرچا یہاں تک بے نوائی کا
پھرے ہے دربدر خورشید لے کاسہ گدائی کا
گداؤں کو ہوا ہے داعیہ صاحب کلاہی کا
غرض ہر ایک یاں ننگا ہے رنگ اب خود نمائی کا
طریقہ بے حیاؤں نے لیا صاحب حیائی کا

فقیروں میں تو یہاں تک نیل بگڑا ہے کہ مت پوچھو
ہمیشہ چاندی اور تکیہ کا قضیہ ہے کہ مت پوچھو
جو اہلِ طرق ہیں واں یہ سرشتہ ہے کہ مت پوچھو
پکڑ کر مونڈ ڈالا اب یہ چرچا ہے کہ مت پوچھو
کوئی ہو دھوبی کا کنجڑے کا بھٹیارے کا نائی کا

جہاں مونڈا اور تہمد تسمہ اور لنگوٹا بندھوایا
ذرا سرگوشی کی اور کان میں کچھ اس کو سمجھایا
کہاں میاں تو ہی تو ہے اول و آخر میں بتلایا
رذالہ ایک تو مغرور تھا اور اس نے بہکایا
اکڑ بیٹھا لگا دم مارنے کو، کبریائی کا

غرض توحید یہاں تک مبتذل ہے اب زمانے میں
نہیں ہے فرق ذرہ کا ہی اور تو ہیر کے کھانے میں
نہ کچھ نامک (کذا) نمازی میں نہ کہنے (کذا) کے بجانے میں
موحد ہی نظر آتے ہیں سب بھنگیر خانے میں
ہے ککڑ والے تک بھی دمبدم دعویٰ خدائی کا

---

[1] کلیات آصف (مخطوط)، ورقہ ۳۲۵ ا — ۳۲۶ ا؛ مخزونہ: اسٹیٹ سنٹرل لائبریری، حیدر آباد (دکن)۔

(بند نمبر ۵)

جواری بھی دوا لگتے نہیں ہیں دھتے کی خاطر
رکھیں ہیں نکے ہی پہ داؤ جیت اور ہار میں یکسر
کمہاروں نے کمر باندھی خدائی پہ جدی کس کر
میاں اللہ جھٹ بولے اگر کنجڑے سے کوئی جاکر
تو بُغدا لے اٹھے سر کاٹنے وہ ہیں قصائی کا

جلاہے سقے اور بھٹیارے دھنیے موچی اور کولی
کلنگر اور چمار اور دھوبی، تیلی اور تنبولی
زنانے ہیجڑے بھڑوے سبھی بولیں ہیں یک بولی
کبھی رکھی جو جاکر مالزادی ... سی چھوٹی
تو واحد مانگتی ہے ایک گھڑی ٹانگ .... کا

(کل بند ۷)

جو اہلِ حال تھے خلقت سے سب روپوش ہو بیٹھے
معیشت سے جدا فارغ ز بنش و نوش ہو بیٹھے
زبانِ ظاہری کو بند کر، خاموش ہو بیٹھے
سراپا دیدہ ہو بیٹھے، سراپا گوش ہو بیٹھے
اسی کا دیکھ پر تو ہر طرف جلوہ نمائی کا